✿✿✿ تقریر ✿✿✿

تقریر بابت اخلاقیات
وقت 5-7 منٹ

جماعت احمدیہ کی صحافت اور روایتی صحافت میں فرق

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے۔

وَإِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ (التکویر:11)

کہ جب صحیفے نشر کئے جائیں گے۔

ہم شاخیں درخت وجود کی ہیں سر پر ہے خلافت کا سایہ
افسوس ہے اُن کی حالت پر جو تپتی دُھوپ میں جلتے ہیں
ہم جڑ گئے ایسے رشتے میں جو سب رشتوں سے پیارا ہے
دنیا میں جہاں بھی احمدی ہیں سب اپنے اپنے لگتے ہیں
وہ لطف جو ایم ٹی اے میں ہے دنیا کے کسی چینل میں نہیں
اخبار ہے اک ”الفضل“ کہ جس میں خیر کی خبریں پڑھتے ہیں

معزز سامعین! مجھے آج جماعت احمدیہ کی صحافت اور روایتی صحافت میں فرق کو بیان کرنا ہے۔

صحافت عربی زبان کا لفظ ہے۔ جو صُحف سے ماخوذ ہے۔ لغت کے اعتبار سے اِس کے معنی کتاب، رسالہ یا صفحہ کے ہیں۔ یہ بہت مقدّس لفظ اور مقدس پیشہ ہے مگر مرورِ زمانہ سے صحافیوں کے غلط عمل، نامناسب رویّہ اور غلط سوچ کی وجہ سے ایک بے آبرو پیشہ بن کر رہ گیا ہے۔ مقدس پیشہ یوں ہے کہ صحف یا صحیفہ اُن مقدس کتب کو کہتے ہیں جو انبیاء پر نازل ہوئیں۔ اسی لیے قرآنِ کریم کو ”صحیفہ آسمانی“ بھی کہا جاتا ہے۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ نے صحافی بن کر اس صحیفہ کو تیار کیا۔ اِسی لئے صحیفہ نگاری، صحافت کے لئے اور صحیفہ نگار، صحافی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ صحافی جو صفحہ لکھتا ہے اُس صفحہ کو ورق کہتے ہیں۔ یعنی ایک طرف تحریر کیا ہوا۔ اردو لغات میں صفحہ کے معنی مُنہ یا چہرہ کے بھی لکھے ہیں اِسی لیے کہتے ہیں کہ صحافی جو لکھتا ہے وہ دراصل اُس کا چہرہ ہوتا ہے جس سے اُس کی اصلیت، اُس کے اندرونے، اُس کی سوچ اور خیالات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے، اُسے پہچانا جا سکتا ہے۔ الغرض صحافت، اخبار نویسی، جنرل ازم اور مضمون نگاری کو کہتے ہیں۔ مَیں اوپر بتا آیا ہوں کہ صحافت ایک مقدس پیشہ ہے اور سب سے بڑا صحافی خود اللہ تعالیٰ ہے جس نے صحیفے تیار کر کے اُتارے۔ اللہ تعالیٰ کے بعد یہ مقدس کام انبیاء نے اپنی اپنی حیثیت اور استعدادوں کے مطابق ادا کیا اور اپنے پیچھے فرمودات، ارشادات اور تحریرات کی صورت میں بہت بڑے ذخیرے چھوڑے۔ جیسے احادیث اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی فرزند کی طرف سے 100 کے قریب کتب ملفوظات، مکتوبات اور اشتہارات۔

سامعین! آج سے 200 سال قبل 22 مارچ 1822ء کو جب اردو صحافت کا ہندوستان میں آغاز ہوا اور کلکتہ سے ”جامِ جہاں نماں“ کے نام سے ایک اخبار جاری ہوا۔ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے کہ یہ مسلمان اخبار تھا۔ مگر اِس کا مالک بھی غیر مسلم ”ہری ہروت“ تھا اور اُس نے اِس اخبار کا ایڈیٹر بھی ایک غیر مسلم ہندو ”سدا سکھ لعل“ کو مقرر کیا مگر کیا مجال تھی کسی کی کہ کوئی اس اخبار میں مسلمانوں کے خلاف لکھتا یا ہندوؤں اور سکھوں کے خلاف لکھا جاتا۔ مذاہب میں ہم آہنگی، یگانگت اور مساوات تھی۔ فرقہ واریت کا شائبہ تک نہ تھا۔ ایک ہی تھالی میں کھاتے اور ایک ہی مگ سے پانی پیتے تھے۔ یہی وہ صحافت تھی جس کو مذہبی کتب کی تعلیمات کے عین مطابق کہا جا سکتا ہے۔ مگر آج پناہ ربّ کی کہ اِس جیسا صحافی آپ کو جماعت احمدیہ سے باہر کسی جگہ مل سکے۔ پاکستان جیسے دیگر تھرڈ ورلڈ ممالک کی بات کریں تو وہاں گنگا ہی الٹی بہہ رہی

ہے۔ ہر تحریر، ہر فقرہ بلکہ لفظ لفظ میں نفرت کے بیج بوئے جاتے ہیں۔ صرف مذہبی یا فرقوں کی سطح پر ہی نہیں بلکہ سیاسی رنگ میں بھی صحافت بہت گندی ہو چکی ہے۔ جماعت احمدیہ کے بارے میں اچھی خبر اخبار کی زینت بنانا تو درکنار، احمدیت کے بارے میں مخالفت کی خبر دینے میں بھی دشمنی، عداوت اور عناد آڑے آتا ہے اور حقیقت سے دُور کوئی خبر بنا کر پیش کی جاتی ہے جس سے وہ احمدیت کے خلاف اپنے دل کی بھڑاس نکالتے نظر آئیں گے۔ اب تو وی لاگرز بھی جو سچی خبریں اور تجزیے کرنے کے دعویدار ہیں وہ باتوں باتوں میں جماعت احمدیہ کی مخالفت میں بات کر جاتے ہیں۔ اِس کے مقابل پر اگر مہذّب دنیا کو دیکھیں، مغربی دنیا جو (Civilized world) کہلاتی ہے وہاں بھی اسلام کے خلاف یا اسلامی ممالک اور مسلمان سربراہوں کے خلاف نفرت سے بھرے مضامین، آرٹیکلز اور اداریے روز ہی پڑھنے کو ملتے ہیں۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی پاکیزہ شخصیت اور قرآن جیسے پاکیزہ کلام کے خلاف آئے روز سننے اور پڑھنے کو ملتا رہتا ہے۔

سامعین! صحافت کے متعلق کہا جاتا ہے کہ صحافت کا اوّلین فریضہ خدمتِ انسانیت ہے۔ صحافت انسانی اقدار کے تحفّظ کی ضامن ہے۔ صحافت قوموں کی زندگی کی علامت ہے کیونکہ اِس کے بغیر قوم کے افراد میں زندگی کی روح نہیں پھونکی جاسکتی۔ آج جو قومیں زوال کا شکار ہیں۔ اُس کی بہت سی وجوہات میں سے ایک وجہ صحافت یعنی پیغام پہنچانے میں بددیانتی، جھوٹ، تعصّب شامل ہے۔ اب تو پرنٹ میڈیا کے علاوہ بہت سے دیگر میڈیاز نے جگہ لے لی ہے جیسے سوشل میڈیا۔ یہ اتنا تیز میڈیا ہے کہ بجلی کی رفتار کی طرح ہر خبر کو دوسری جگہ پہنچا دیتا ہے اور اِس میں خبر کی تحقیق بھی نہیں ہوئی ہوتی اور اسلامی تعلیم کے منافی اِس خبر کو بغیر تحقیق اور سوچ کے آگے send کر دیتے ہیں اور لکھا ہوتا ہے Forward as received۔ جس سے معاشرہ اور انسانیت داغدار ہو گئی ہے۔ انسان دو محبتیں لئے ہوئے پیدا ہوا ہے۔ ایک محبتِ الٰہی اور دوسری محبتِ مخلوق۔ آج کی بے لگام صحافت سے دونوں محبتیں مجروح ہوئی ہیں۔ انسانیت کے ساتھ محبت تو تار تار ہو ہی رہی ہے۔ اللہ سے محبت بھی مجروح یوں ہوتی ہے کہ جو شخص حقیقت سے دور بناوٹی باتیں بنا کر معاشرہ کے امن کو بے امنی میں بدلے گا وہ خداوند کریم کا پسندیدہ کیسے ہو سکتا ہے۔ یہ دور چونکہ سوشل میڈیا کا دور ہے اس لیے اب کوئی بھی شخص جو کچھ گلی محلے میں ہوتا دیکھتا ہے، اس کی تصویر لے کر یا اس کی وڈیو بنا کر سوشل میڈیا پر چڑھا دینا اپنا فرض سمجھتا ہے۔ ہر کسی نے خود کو صحافی اور اس عمل کو اپنا صحافتی فرض سمجھ لیا ہے اور اس طرح بغیر کسی صحافتی تعلیم کے ہر آدمی سوشل میڈیا کے سہارے صحافی بن گیا اور فون کا ایک بٹن دبانے کے ساتھ دنیا کو اچھا برا سب پہنچنے لگا۔

سامعین! پاکیزہ صحافت کے حوالے سے انبیائے کرام میں سے سب سے بڑھ کر عظیم صحافی تو سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپؐ پر جو صحیفہ اُترا وہ صداقت کا خزانہ تھا اور آپؐ نے جو خزائن کے موتی بہائے وہ جوامع الکلم بھی سچائی کے علمبردار تھے۔ جیسے فرمایا لَیْسَ الْخَبَرُ کَالْمُعَایَنَۃِ کہ سنی سنائی بات خود دیکھنے کی طرح نہیں۔ اگر اس مختصر جوامع الکلم کو اسلام کی صحافت کا بنیادی پتھر قرار دیں تو غلط نہ ہوگا۔ اِس مضمون کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک اور فرمان اَلشَّاھِدُ یَرٰی مَالَا یَرَاہُ الْغَائِب کے الفاظ میں بھی بیان کیا جا سکتا ہے کہ حاضر وہ دیکھتا ہے جو غائب نہیں دیکھ سکتا۔ اس لیے سچ کا سہارا لینے کی درخواست کی جاتی ہے۔

پھر فرمایا اَلْبَلَاءُ مُوَکَّلٌ بِالْمَنْطِقِ کہ مصیبت بات پر موقوف ہوتی ہے اور یہ بات تحریر کے ذریعہ بھی ثابت ہے بلکہ تحریر زیادہ فتنہ پیدا کرتی ہے کیونکہ مُنہ سے کی گئی فتنہ کی بات جلد ہوا میں مل کر غائب ہو جاتی ہے۔ جبکہ لکھی ہوئی بات کی سیاہی مدہم نہیں ہوتی بلکہ تازہ رہتی اور دلوں میں لگی آگ کو سلگھاتی رہتی ہے۔ پھر جن جوامع الکلم کو اسلامی صحافت کا حصّہ بنایا جا سکتا ہے وہ مَجَالِسُ الذِّکْرِ رِیَاضُ الْجَنَّۃِ کے الفاظ میں بیان ہوئی ہے کہ ذکر کی مجالس جنت کے باغ ہیں۔ ذکر کی مجالس صرف تقریری یا درسی ہی نہیں تحریری بھی ہو سکتی ہے۔ اِس لیے اگر صحافی اپنی تحریر کو اسلام کی تعلیم کے عین مطابق بنائے گا تو اُس سے ذکر الٰہی، الحمدللہ، سبحان اللہ اور اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہوں گی تو وہ ریاض الجنۃ بن جائیں گی۔

اسلام چونکہ عالمگیر مذہب ہے، اس کی تعلیمات عالمی ہیں۔ اِس کا رسولؐ عالمی ہے اس لئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے مقامات پر صحافت میں رہنمائی فرمائی۔ کچھ کا ذکر مَیں اوپر کر آیا ہوں۔ دو تین کا اور کر کے مَیں اپنی تقریر کے آخری حصہ میں داخل ہونا چاہوں گا۔ جیسے فرمایا کُلُّ مُحْدَثَۃٍ بِدْعَۃٌ وَکُلُّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ کہ ہر نئی بات بدعت ہو سکتی ہے۔ اس لئے تحریر بنانے میں احتیاط برتنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اَلْمَجَالِسُ بِالْاَمَانَۃِ میں بھی صحافت کا عظیم گُر بیان ہوا ہے کہ جو پڑھو یا سنو اور وہ اسلام احمدیت کی تعلیمات کے عین مطابق ہو تو اُسے امانت سمجھ کر آگے پہنچاؤ۔ اِس مضمون کو حضورؐ نے لِیُبَلِّغُ الشاھدُ الغائب میں بھی بیان فرمایا ہے کہ ہر حاضر غائب تک بات دیانتداری سے پہنچائے۔ پھر فرمایا مَنْ تَشَبَّہَ بِقَوْمٍ فَھُوَ مِنْھُمْ کہ صحافت میں اسلامی طور وطریق اور اطوار کو چھوڑ کر غیروں کے اصول اپنانا اُن غیر قوموں میں

شامل ہونے کے مترادف ہے اور سب سے بڑھ کر الدَّالُ علی الْخَیْرِ کَفَاعِلِہٖ کو ہمیں سامنے رکھنا چاہیے۔ خیر و برکت اور اچھائی کی باتوں کی تشہیر کر کے عمل کے برابر ثواب حاصل کریں۔

سامعین! اِس زمانہ میں اسلامی اصولوں کو سامنے رکھ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ

"اِس زمانہ میں خدا تعالیٰ نے چاہا کہ سیف یعنی تلوار کا کام قلم سے لیا جائے اور تحریر سے مقابلہ کر کے مخالفوں کو پست کیا جائے۔ اس وقت جو ضرورت ہے وہ یقیناً سمجھ لو سیف کی نہیں قلم کی ہے۔"

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 59)

احمدیت میں اردو صحافت کا آغاز حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہی کے زمانہ میں ہو گیا تھا بلکہ یوں کہنا بہتر ہو گا کہ آپؑ کے وجود پاک سے آغاز ہوا۔ آپؑ کے دو مخلص صحابی حضرت یعقوب علی عرفانیؓ اور حضرت مفتی محمد صادق دو اخبار الحکم اور البدر کے ایڈیٹر رہے اور صحافت میں نمایاں اور قابل قدر خدمات بجالائے۔ آپ دونوں نے حضورؑ کی مجالس عرفان کو باقاعدگی سے نوٹ کر کے اخبارات میں شائع کروایا۔ آپ دونوں میں ایک صحافی کی مکمل صفات موجود تھیں۔ آپ دونوں نے یہ صحافت حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سیکھی۔ امر واقعہ یہ ہے کہ احمدیہ صحافت کے روحِ رواں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وہ تحریرات ہیں جن کے متعلق آپؑ کا فرمان ہے کہ ان کا ایک ایک حرف، ایک ایک لفظ اور ایک ایک نقطہ خدا کی تائید و نصرت سے لکھا گیا۔ آپؑ فرماتے ہیں۔ میرے اندر ایک آسمانی روح بول رہی ہے جو میرے لفظ لفظ اور حرف حرف کو زندگی بخشتی ہے۔ آپؑ کے 28 سال کے عرصہ میں 90 کے قریب کتب، 10 ملفوظات، 3 مکتوبات، 3 اشتہارات علم و معرفت کے خزانہ کے طور پر موجود ہیں۔ جسے صحافتی دنیا میں 18 ہزار 5 سو 71 صفحات پر جمع کیا گیا ہے اور کم و بیش 78 لاکھ الفاظ کا ذخیرہ ہے۔ یہ وہ چہرہ ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پہچان ہے۔ آپؑ کی وفات پر مرزا حیرت دہلوی نے لکھا کہ:

"اِس کے قلم میں اِس قدر قوّت تھی آج سارے پنجاب بلکہ بلندی ہند میں بھی اس قوّت کا لکھنے والا کوئی نہیں۔"

(کرزن گزٹ دہلوی یکم جون 1908ء)

جماعت احمدیہ کی صحافت اور روایتی صحافت میں فرق کا کچھ حصہ تقابلی جائزہ کے طور پر اوپر بیان ہو گیا ہے۔ اب مَیں اختصار سے نمبر وائز بیان کر دیتا ہوں۔

1۔ جھوٹ سے پاک صحافت اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد اِیَّاکَ وَالْکِذْبَ کو بنیاد بنا کر صحافت کرتے وقت جھوٹ سے اجتناب اور صداقت کو اپنانا ایک احمدی صحافت کی شان رہی ہے اور ہونی بھی چاہیئے۔

2۔ ملمع سازی سے پاک صحافت۔ غیر، سرخیاں لگاتے یا خبر کو جاذبِ نظر بنانے کے لئے یارٹینگ کے لئے مرچ مصالحہ لگاتے ہیں جبکہ ہماری صحافت بہت ہی سادہ اور جعل سازی سے پاک ہوتی ہے۔ حتّٰی کہ اگر کسی اجلاس میں شاملین کی تعداد 99 تھی تو اُسے تقریباً 100 نہیں لکھا جاتا۔ 99 ہی لکھا جاتا ہے۔

3۔ تعصّب سے پاک صحافت۔ ہماری صحافت تعصّب، دشمنی سے پاک ہوتی ہے۔ ہم کسی مخالف کی دشمنی اور مخالفت میں نہ تو اپنی تحریر میں تعصّب برتتے ہیں اور نہ دل شکنی کا باعث ہوتے ہیں۔ حتّٰی کہ جماعت کے اندر کسی اخبار، کسی رسالہ اور کسی میگزین میں مضامین کے چناؤ اور انتخاب میں بھی کسی لکھاری کے ساتھ ایسا سلوک نہیں ہوتا کہ اُسے غیریت کا احساس ہو۔ اور آخری بات

4۔ تحقیق کی ساتھ رپورٹنگ اور مبالغہ سے پاک رپورٹنگ ہو جو مستقبل میں تاریخ احمدیت کے ماتھے کا جُھومر بنے۔

سامعین! آج کل کے دور میں مغربی ممالک کی صحافت مسلمانوں کے خلاف آرٹیکلز لکھ کر، مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کرنے والے کارٹون بنا کر اپنی اشاعت کو بڑھانے کا ایک طریقہ سمجھتی ہے۔ مغربی دنیا اور مختلف مذاہب کے لوگ بھی اسلام اور بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم پر حملے کر رہے ہیں۔ اس وقت اکثر لوگوں کی اپنے مذہب سے دلچسپی تقریباً مفقود ہے اور ان کی اکثریت لہو و لعب میں اس قدر ڈوب چکی ہے کہ ان کا مذہب چاہے اسلام ہو، عیسائیت ہو یا اپنا کوئی اور مذہب اس سے بالکل لاتعلق ہو چکے ہیں۔ مذہب کے تقدس کا احساس ختم ہو چکا ہے۔ لیکن جب میڈیا یا اخبارات اسلام کی تعلیم یا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر حملے کرتے ہیں تو یہی لوگ بڑھ چڑھ کر ان اخبارات کی تعریف کرتے ہیں۔ ایسی کالی صحافت کی مثال خلافت ثانیہ میں ایک انتہائی بے ہودہ "رنگیلا رسول" کے نام سے لکھی گئی کتاب ہے۔ خلافت رابعہ کے دَور میں رُشدی نے بڑی توہین آمیز کتاب لکھی تھی۔ اس وقت حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے خطبات بھی دیے تھے اور ایک کتاب بھی

لکھوائی تھی۔ جب 2005ء اور 2006ء میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ڈنمارک میں کارٹون شائع ہوئے، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے بارے میں ایک مضمون بھی شائع ہوا تو حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

”اس وقت بھی مَیں نے جماعت کو بھی اور ذیلی تنظیموں کو بھی توجہ دلائی تھی کہ مضامین لکھیں خطوط لکھیں، رابطے وسیع کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی خوبیاں اور ان کے محاسن بیان کریں۔ تو یہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے حسین پہلوؤں کو دنیا کو دکھانے کا سوال ہے یہ توڑ پھوڑ سے تو نہیں حاصل ہو سکتا۔ اس لئے اگر ہر طبقے کے احمدی ہر ملک میں دوسرے پڑھے لکھے اور سمجھدار مسلمانوں کو بھی شامل کریں کہ تم بھی اس طرح پر امن طور پر یہ ردّعمل ظاہر کرو اپنے رابطے بڑھاؤ اور لکھو تو ہر ملک میں ہر طبقے میں اتمام حجت ہو جائے گی اور پھر جو کرے گا اس کا معاملہ خدا کے ساتھ ہے۔.....دوسرے مسلمانوں کو تو یہ جوش ہے کہ ہڑتالیں کر رہے ہیں توڑ پھوڑ کر رہے ہیں کیونکہ ان کا ردّعمل یہی ہے کہ توڑ پھوڑ ہو اور ہڑتالیں ہوں اور جماعت احمدیہ کا اس واقعہ کے بعد جو فوری ردّعمل ظاہر ہونا چاہئے تھا وہ ہوا۔ احمدی کا ردّعمل یہ تھا کہ انہوں نے فوری طور ان پر اخباروں سے رابطہ پیدا کیا اور پھر یہ کوئی آج کی بات نہیں ہے کہ 2006ء کی فروری میں ہڑتالیں ہو رہی ہیں۔ یہ واقعہ تو گزشتہ سال کا ہے۔ ستمبر میں یہ حرکت ہوئی تھی تو اُس وقت ہم نے کیا کیا تھا۔ یہ جیسا کہ مَیں نے کہا ستمبر کی حرکت ہے یا اکتوبر کے شروع کی کہہ لیں۔ تو ہمارے مبلغ نے اس وقت فوری طور پر ایک تفصیلی مضمون تیار کیا اور جس اخبار میں کارٹون شائع ہوا تھا ان کو یہ بھجوایا اور تصاویر کی اشاعت پر احتجاج کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم کے بارے میں بتایا کہ یہ ہمارا احتجاج اس طرح ہے ہم جلوس تو نہیں نکالیں گے لیکن قلم کا جہاد ہے جو ہم تمہارے ساتھ کریں گے اور تصویر کی اشاعت پر اظہار افسوس کرتے ہیں۔ اس کو بتایا کہ ضمیر کی آزادی تو ہو گی لیکن اس کا مطلب یہ تو نہیں ہے کہ دوسروں کی دلآزاری کی جائے.....تو جیسا کہ مَیں نے کہا تھا کہ ہر ملک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے پہلوؤں کو اجاگر کرنے کی ضرورت ہے۔ خاص طور پر جو اسلام کے بارے میں جنگی جنونی ہونے کا ایک تصور ہے اس کو دلائل کے ساتھ ردّ کرنا ہمارا فرض ہے۔ پہلے بھی مَیں نے کہا تھا کہ اخباروں میں بھی کثرت سے لکھیں۔ اخباروں کو، لکھنے والوں کو سیرت پر کتابیں بھی بھیجی جا سکتی ہیں۔ پھر یہ بھی ایک تجویز ہے آئندہ کے لئے، یہ بھی جماعت کو پلان (Plan) کرنا چاہئے کہ نوجوان جرنلزم (Journalism) میں زیادہ سے زیادہ جانے کی کوشش کریں جن کو اس طرف زیادہ دلچسپی ہو تا کہ اخباروں کے اندر بھی ان جگہوں پر بھی، ان لوگوں کے ساتھ بھی ہمارا نفوذ رہے۔ کیونکہ یہ حرکتیں وقتاً فوقتاً اٹھتی رہتی ہیں۔ اگر میڈیا کے ساتھ زیادہ سے زیادہ وسیع تعلق قائم ہو گا تو ان چیزوں کو روکا جا سکتا ہے، ان بیہودہ حرکات کو روکا جا سکتا ہے۔ اگر پھر بھی اس کے بعد کوئی ڈھٹائی دکھاتا ہے تو پھر ایسے لوگ اس زمرے میں آتے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں بھی لعنت ڈالی ہے اور آخرت میں بھی۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 10 فروری 2006ء)

(خاکسار نے یہ مقالہ سالانہ کانفرنس الفضل 2025ء میں پڑھ کر سنایا)

(کمپوزڈ: منہاس محمود۔ جرمنی)

✡✡✡✡